رائے

مجھے بے وقوفی کا پہلا احساس 1990ء میں ہوا، 1993 میں یہ احساس شدت اختیار کر گیا مگر دوسرے احساس کی نوعیت پہلے سے یکسر مختلف تھی، میں 1990 میں بہاولپور میں پڑھتا تھا میرا ایک دوست راولپنڈی میں رہتا تھا، یہ دوست مجھ سے عمر میں سینئر بھی تھا، شادی شدہ بھی اور بال بچوں والا بھی۔ میں سردیوں کے دنوں میں اس سے ملاقات کے لیے راولپنڈی آ گیا۔ ہمارا پروگرام تھا ہم دونوں چند دن راولپنڈی رہیں گے اس کے بعد برف باری دیکھنے کے لیے مری چلے جائیں گے اور میں ایک ہفتہ گزار کر واپس بہاولپور آ جاؤں گا۔ میں دس گھنٹے طویل سفر کے بعد شام کے وقت راولپنڈی پہنچا، شہر شدید سردی کی لپیٹ میں تھا میں رکشہ لے کر دوست کے گھر پہنچ گیا اس نے دروازے پر میرا استقبال کیا میں گرم جوشی سے اس سے لپٹ گیا وہ بھی مجھے گلے ملا لیکن میں نے محسوس کیا اس کے معانقے میں گرم جوشی نہیں وہ مجھے اپنی بیٹھک میں لے گیا اس نے چائے کا بندوبست کیا اور میرے سامنے بیٹھ گیا میں اس سے بلاتکان گفتگو کرتا رہا مگر وہ گفتگو میں میرا ساتھ نہیں دے رہا تھا وہ بات چیت کے دوران کھو جاتا تھا۔ میں اس کی غیر حاضر دماغی پر خاموش ہو جاتا تو اسے بڑی دیر تک میری چپ کا اندازہ نہیں ہوتا تھا۔ اس نے میرے سفر کے بارے میں بھی نہیں پوچھا، میرے لیے اس کا یہ ٹھنڈا رویہ پریشان کن تھا میری پریشانی اس وقت مزید بڑھ گئی جب اس نے مجھ سے پوچھا ''آپ خیریت سے راولپنڈی آئے ہیں'' میرے لیے اس کا سوال بم ثابت ہوا کیونکہ میں اس کی دعوت پر راولپنڈی آیا تھا۔ میں نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا اس نے دوسرا سوال پوچھا ''آپ کتنے دن راولپنڈی میں ہیں اور کہاں رہیں گے''۔ میری پریشانی انتہا کو چھونے لگی کیونکہ میں اس کے گھر ٹھہرنے کے لیے آیا تھا۔ میرا سامان تک اس کے ڈرائنگ روم میں پڑا تھا۔ میں پریشانی کے عالم میں اسے دیکھتا رہا اور وہ کھوئے ہوئے انداز میں مجھے گھورتا رہا۔ مجھ سے کوئی بات نہ بن پائی تو میں نے جواب دیا ''میں ویسے ہی ایک دن کے لیے راولپنڈی آیا ہوں، کل واپس چلا جاؤں گا اور ہوٹل میں رہوں گا''۔ اس نے اثبات میں سر ہلایا اور نہایت روکھے انداز میں کہا ''آپ اگر مزید ایک دن رک جائیں تو ہم کھانا اکٹھا کھائیں گے''، میں نے غصے سے اس کی طرف دیکھا۔ چائے کا کپ میز پر رکھا، اپنا بیگ اُٹھایا اور بیٹھک سے باہر نکل گیا، وہ اپنی کرسی پر بیٹھ کر مجھے جاتے ہوئے دیکھتا رہا اس نے مجھے خدا حافظ تک کہنا مناسب نہ سمجھا، میں شدید غصے میں تھا۔ میں وہاں سے مری روڈ پر آیا۔ وہاں سستا سا ہوٹل لیا۔ نیند کی گولی کھائی اور گہری نیند سو گیا۔ میں اگلے دن بہاولپور واپس آ گیا مگر مجھے دوست کے رویے نے اندر سے بری طرح توڑ دیا۔ میں اس شخص کو دنیا کا بدتمیز ترین، غیر مہذب ترین اور مطلبی سمجھنے لگا۔ میں اپنے آپ کو بے وقوف بھی سمجھتا تھا اور اس بے وقوفی پر اپنے اوپر لعن طعن بھی کرتا تھا۔ میں دو اڑھائی سال تک اپنے ملنے والوں کو یہ واقعہ سناتا رہا اور لوگ مجھ سے ہمدردی اور اس شخص سے نفرت کرتے رہے۔ آپ بھی اگر صورت حال کا تجزیہ کریں تو آپ کو بھی مجھ سے ہمدردی اور اس شخص سے نفرت ہو جائے گی۔

میں نے اس واقعے کے بعد فیصلہ کیا میں کسی دوست، عزیز رشتے دار اور جاننے والے کے ساتھ سیر و تفریح کا کوئی پروگرام نہیں بناؤں گا۔ میں اپنے پروگرام کا اکیلا ممبر ہوں گا اور اسے اکیلا ہی انجوائے کروں گا۔ دوسرا میں کبھی بھی کسی رشتے دار یا دوست کے گھر نہیں رہوں گا۔ میں ہوٹل میں کمرہ لوں گا اور اس کے بعد ملاقات کے لیے دوست یا رشتے دار کے گھر جاؤں گا۔ میں اپنا یہ معمول 23 سال سے نبھا رہا ہوں اور زندگی خوشی اور مسرت سے گزار رہا ہوں لیکن یہ خوشی اور مسرت اس کالم کا موضوع نہیں۔ اس کالم کا موضوع میرا وہ دوست ہے جس نے مجھے راولپنڈی بلا کر شدید سردی میں بے یار و مددگار چھوڑ دیا تھا میں طویل عرصے تک اپنے دل میں اس دوست کے خلاف نفرت پال کر پھرتا رہا لیکن پھر اس نفرت کا عجیب ڈراپ سین ہوا۔ میں یونیورسٹی سے فارغ ہو کر صحافت میں آ گیا اور ایک دن وہ دوست ہمارے ایک مشترکہ دوست کے ساتھ میرے دفتر آ گیا میں اسے دیکھتے ہی غصے سے ابل پڑا مگر وہ میرے گلے لگا اور نرم آواز میں بولا ''آپ اپنے غصے کو چند منٹ کے لیے سائیڈ پر رکھ دو اور میری بات سن لو اگر تم اس کے باوجود مجھے غلط سمجھو تو پھر تم اپنی نفرت کا سلسلہ جاری رکھ لینا''۔ میں نے غصے سے اس کی طرف دیکھا۔ وہ بولا ''میں اپنے والدین کا اکلوتا بیٹا ہوں۔ میری چھ بہنیں تھیں۔ والدین نے میری شادی 20 سال کی عمر میں کر دی میرے والدین پوتا چاہتے تھے لیکن شاید اللہ کو منظور نہیں تھا۔ میرے ہاں اوپر تلے تین بیٹیاں پیدا ہو گئیں مگر میں مایوس نہ ہوا، میں اپنے والدین کی خواہش پوری کرنا چاہتا تھا میں 25 سال کی عمر میں چوتھی بار باپ بن گیا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اولاد نرینہ سے نوازا۔ میرا پورا خاندان خوش ہو گیا۔ میرا بیٹا خاندان بھر کی گود میں پل کر دو سال کا ہوا لیکن پھر اسے تیز بخار ہوا اور وہ میری گود میں بیٹھا بیٹھا فوت ہو گیا۔ میرے پورے خاندان کی جان نکل گئی''۔ وہ خاموش ہوا اور میری طرف دیکھنے لگا۔ میرا غصہ ہمدردی میں بدلنے لگا۔ اس نے پوچھا ''جاوید صاحب آپ جانتے ہیں۔ وہ بچہ کس دن فوت ہوا تھا''۔ میں خاموشی سے اس کی طرف دیکھتا رہا۔ وہ بولا ''وہ بچہ عین اس وقت فوت ہوا جب آپ رکشے سے اپنا سامان اتار رہے تھے''، میری کنپٹی

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

میں آگ لگ گئی اس نے گفتگو کا سلسلہ جاری رکھا ''میرے پاس اس وقت دو آپشن تھے میں آپ کو اپنے دکھ میں شریک کر لیتا آپ بھی ہمارے ساتھ سوگوار ہو جاتے اور آپ کی چھٹیاں خراب ہو جاتیں۔ دوسرا میں آپ سے یہ خبر چھپا لیتا آپ کو ہوٹل جانے پر مجبور کر دیتا آپ مجھ سے وقتی طور پر ناراض ہو جاتے لیکن آپ کی چھٹیاں اور وقت برباد نہ ہوتا میں دوسرے آپشن پر چلا گیا میں نے اپنے خاندان سے کہا میرا مہمان آیا ہے آپ کے رونے کی آواز بیٹھک تک نہیں جانی چاہیے۔ میں اسے واپس بھجواتا ہوں اور ہم اس کے بعد اپنے عزیزوں اور رشتے داروں کو اطلاع دیں گے'' وہ رکا اس نے لمبی سانس لی اور بولا ''میں نے آپ کے لیے ان حالات میں چائے کیسے تیار کروائی آپ اندازہ نہیں کر سکتے۔ میری بیوی، میری ماں اور میری بہنیں اندر منہ پر سرہانے رکھ کر رو رہی تھیں اور میں آپ کے پاس بیٹھا تھا۔ میں بار بار اندر جا کر انہیں چپ کرانے کی کوشش بھی کر رہا تھا میں اس وقت گہرے صدمے میں تھا چنانچہ مجھے آپ کی باتیں سمجھ نہیں آ رہی تھیں آپ جب ناراض ہوئے اور آپ نے اپنا سامان اُٹھایا تو میری ٹانگیں بے جان ہو گئیں میں آپ کے ساتھ اُٹھ کر باہر تک نہ جا سکا میں کرسی پر بیٹھا رہا آپ جوں ہی گلی سے باہر نکلے میرے اندر سے چیخ نکلی اور اس کے بعد میرے پورے خاندان نے ماتم شروع کر دیا۔ یہ گہرا صدمہ تھا اس صدمے نے پہلے میری ماں کی جان لی اور اس کے چند ماہ بعد میرے والد بھی فوت ہو گئے پھر میری بیوی بیمار ہو گئی اور میں پے در پے صدموں کا شکار ہوتا چلا گیا میں اب ذرا سا سنبھلا ہوں تو میں اپنی پوزیشن کلیئر کرنے کے لیے آپ کے پاس آ گیا''۔ وہ خاموش ہوا تو میری آنکھیں برسنے لگیں۔ میں اس کے صبر، اس کی ہمت پر حیران تھا۔ وہ اپنے اکلوتے بیٹے کی نعش اندر چھوڑ کر میری خدمت کرتا رہا اور میں اڑھائی سال تک اسے مطلبی، جاہل، ظالم اور بدتمیز سمجھتا رہا۔ میں اس سے نفرت کرتا رہا اور مجھے اس وقت دوسری بار اپنے بے وقوف ہونے کا احساس ہوا۔

ہم دوسروں کے بارے میں اتنی دیر میں رائے قائم کر لیتے ہیں جتنی دیر میں مرغی کا انڈا بوائل نہیں ہوتا۔ دنیا کے ہر انسان کے چوبیس پہلو ہوتے ہیں اور یہ پہلو ہر دس پندرہ بیس منٹ بعد تبدیل ہو جاتے ہیں مگر ہم جس پہلو کو دیکھتے ہیں ہم اسے حتمی سمجھ کر رائے قائم کر لیتے ہیں اور اس عارضی رائے کی بنیاد پر اس پوری شخصیت کو رد کر دیتے ہیں یا پھر اسے اپنا محبوب بنا لیتے ہیں ہم کسی شخص کو کسی کمزور لمحے میں کسی سے لڑتے ہوئے دیکھتے ہیں تو ہم اسے لڑاکا یا جھگڑالو سمجھ لیتے ہیں۔ کسی کو بھاؤ تاؤ کرتے دیکھتے ہیں تو اسے کنجوس، بخیل یا جھوٹا سمجھ لیتے ہیں کسی کو کسی خاتون کی تعریف کرتے دیکھتے ہیں تو اسے ٹھرکی سمجھ لیتے ہیں اور اگر کوئی اہم شخص کسی وقت ہمارے سلام کا جواب نہ دے یا پھر ہم اسے جھک کر نہ ملے یا پھر ہمارا فون بند کر دے تو ہم اسے منافق کا ٹائٹل دے دیتے ہیں۔ ہم اسے مغرور یا انا پرست سمجھ لیتے ہیں یا ہم کسی کو کسی حادثے کے وقت فرار ہوتے دیکھ لیں تو ہم اسے بزدل یا کمزور لوگوں کی فہرست میں ڈال دیتے ہیں اور یہ بھول جاتے ہیں فقط یہ ایک لمحہ ہے یہ پوری شخصیت یا پوری زندگی نہیں۔ اللہ تعالیٰ انسان کو موت کے دہانے تک توبہ کرنے، خود کو ٹھیک کرنے اور اپنی غلطیوں کی اصلاح کا موقع دیتا ہے لیکن ہم دوسروں کی زندگی کا ایک لمحہ، ایک پہلو دیکھ کر نہ صرف رائے قائم کر لیتے ہیں بلکہ اس رائے کو حتمی بھی سمجھ بیٹھتے ہیں اور یہ فراموش کر بیٹھتے ہیں اس ایک لمحے کے پیچھے خدا نے جانے کتنی خوفناک کہانیاں چھپی ہوں۔ یہ شخص ہو سکتا ہے ابھی اپنے کسی چاہنے والے کو دفنا کر آیا ہو اور اپنے حواس میں نہ ہو۔ میں آج بھی جب کسی کے بارے میں رائے قائم کرنے لگتا ہوں تو مجھے میرا وہ دوست یاد آ جاتا ہے اور میں اپنی رائے کی چار دیواری کھلی چھوڑ دیتا ہوں۔ میں اس پر دروازہ اور تالہ نہیں لگاتا کیونکہ ہو سکتا ہے میری رائے کی دیوار کے پیچھے کوئی اور کہانی چھپی ہو اور یہ کہانی مجھے مزید بے وقوف ثابت کر دے۔

ماخوذ جاوید چوہدری

الھدیٰ انٹرنیشنل ویلفیئر فاؤنڈیشن

اسلام آباد: 7-اے کے بروہی روڈ H-11/4 اسلام آباد پاکستان
کراچی: 30-اے سندھی مسلم کوآپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹی کراچی پاکستان

پبلی کیشنز
AL HUDA PUBLICATIONS

فون: +92-51-4866130-1 +92-51-4866125-9
فون: +92-21-34528548 +92-21-34528547

www.alhudapk.com
www.farhathashmi.com

06010065